اداریہ

قرآن مجید کا صوتی جمال اور اِسلامی کلچر

قرآن مجید کلام اللہ ہے۔ بنی نوع انسان کے لئے خالق کائنات کا آخری سرچشمہ ہدایت اپنے صوتی اعجاز و جمال کے اعتبار سے بھی ایک نعمت مترقبہ سے کم نہیں ہے۔ یہ دنیا کی واحد کتاب ہے جس کی تلاوت خشیت الٰہی اور سوزدروں، قلبی سرور کا باعث اور ذوق سماعت کے لئے جمال آفریں ہے۔ قرآن مجید جلال و جمال کا عدیم النظیر اِمتزاج ہے۔ خداوندقدوس نے انسانوں کے حواسِ خمسہ کے لئے مختلف لذات اور نعمتوں کو پیدا کیا ہے۔ ایک مسلمان کے لئے قرآن مجید میں حواسِ خمسہ کی تسکین وطمانیت اور روحانی الطاف کا بے بہا خزانہ موجود ہے۔ اس کو چھونے سے عجب تنزیہی اثرات ومحسوسات سے واسطہ پڑتا ہے۔

قرآن مجید کی عبارت بالخصوص خوبصورت خطاطی ایک ایسا دیدہ زیب آرٹ ہے جسے میں الہامی آرٹ (Divine) کا نام دینے کا میلان رکھتا ہوں۔ اس کو دیکھنے سے بصارت کو ایک تقدس سے بھرپور مشاہدہ عطا ہوتا ہے۔ اس کی تلاوت سے زبان عجب حلاوت، مٹھاس اور شیریں سخنی کے مزے لوٹتی ہے اور پھر اس کا سننا اہل ایمان کے لئے سامعہ نواز ہے۔ اس کا صوتی جمال روح و بدن میں سرشاری کی لہر دوڑا دیتا ہے۔ قرآن مجید کے صوتی جمال سے مسحور قلوب کسی بھی غنا کی نغمگی سے مستغنی ہوجاتے ہیں۔ یہ کوئی حسن مبالغہ نہیں ہے، یہ ایک ابدی حقیقت ہے جس کی شہادت انسان ہی نہیں کائنات کا ذرہ ذرہ دے سکتا ہے۔

قرآن مجید چونکہ کلام الٰہی ہے اسی لئے یہ ایک فطری امر ہے کہ اس کا الوہی جلال اس کے صوتی جمال پر غالب ہے۔ مگر جس طرح خوف خدا ایک مومن کو حب الٰہی سے باز نہیں رکھتا بلکہ اہل تقویٰ ہی درحقیقت اللہ تعالیٰ سے حقیقی محبت کرنے والے ہوتے ہیں، اسی طرح قرآن مجید کے جاہ وجلال سے مسحور ومرعوب قلوب ہی اس کے صوتی اعجاز و جمال سے کماحقہ روحانی لطف حاصل کرسکتے ہیں۔

رسالت مآب ﷺ کی زبان اَقدس سے نکلا ہوا ہر لفظ اہل ایمان کی آنکھوں کا نور اور دل کا سرور ہے۔ کیوں نہ ہو کہ خود اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَى﴾ یعنی 'وہ اپنی ہوائے نفس سے کچھ نہیں بولتے' سبحان اللہ کیا مقام اور شان ہے نبی مکرم ﷺ کی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے نطق مبارک سے نکلے ہوئے ہر حرف کو تقدس، پاکیزگی اور حسن و جمال عطا کردیا ہے۔ زیربحث موضوع کے متعلق یہ حدیث پاک جب باصرہ نواز ہوئی تو راقم الحروف ایک جمالیاتی سرشاری کی کیفیت میں مبتلا ہوئے بغیر نہ رہ سکا، فرمایا:

«زينوا القرآن بأصواتكم» [سنن أبوداؤد:۱۴۶۸، سنن ابن ماجه:۱۳۴۲]

''قرآن مجید کو اپنی آوازوں سے مزین کرو۔''

جعفر شاہ پھلواری رحمہ اللہ نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''قرآن کو عمدہ آواز سے پڑھا کرو۔''

یہ بے حد جمال آفرین، وجد انگیز اور بلیغ جملہ ہے جو حضور ﷺ کی پاکیزہ زبان سے نکلا۔قرآن مجید جو جمال وجلال کا حسین پیکر ہے،اس کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے کہ اسے اپنی آوازوں سے آراستہ کرو۔قرآن مجید کے الوہی جلال سے جب صوت البشر کا جمال ملتا ہے تو اس کا تاثر اور ابلاغ آسمانوں پر پرواز کرنے لگتا ہے۔قرآن مجید کی خوبصورت آواز میں تلاوت نہ صرف پڑھنے والے کے قلب پر جمالیاتی اور ذوقی اثرات مرتب کرتی ہے، بلکہ سننے والے کے لئے بھی یہ صوتی جمال فردوس گوش ہوتا ہے۔خوبصورت قراءت کرنے والے کے تحت الشعور میں یہ بات ہو یا نہ ہو،مگر وہ اپنی آواز سے قرآن مجید کا جمال سامع کے قلب و ذہن پر منتقل کررہا ہوتا ہے۔

حضرت صادق مصدوق ارواحنا فداہ و صلاۃ اللہ علیہ کا دوسرا ارشاد بھی حرزِ جان بنانے کے لائق ہے، فرمایا:«لیس منا من لم یتغنّ بالقرآن» [صحیح لبخاري:۷۵۲۷]

''وہ ہماری جماعت میں سے نہیں ہے جو قرآن پڑھنے میں تغنی سے کام نہ لے۔''

وہ ذات اقدس جس پر قرآن مجید نازل ہوا،قرآن کے صوتی جمال سے کس قدر حظ اٹھاتی تھی،اس کا اندازہ بعض روایات سے ہوتا ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''رات میں تمہاری تلاوت قرآن سن رہا تھا،تمہیں تو لحن داؤدی عطا ہوا ہے۔'' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! بخدا اگر مجھے یہ علم ہوتا (کہ حضور ﷺ سن رہے ہیں) تو میں اور عمدگی سے پڑھتا۔'' [صحیح بن حبان:۷۱۵۳]

قرآن مجید میں جہاں جنتیوں کے لئے دیگر برکات وانعامات کا ذکر ہے وہاں اس کے صوتی جمال کی نعمت کا ذکر بھی ملتا ہے۔ذرا غور فرمائیے:ارشاد ربانی ہے۔

﴿ادْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنْتُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُونَ﴾ [لزخرف:۷۰]

''تم اور تمہارے ازواج جنت میں داخل ہو جاؤ جہاں تمہیں نغمے سنائے جائیں گے۔''

جنت میں جہاں باغ و بہار، روانی انہار، شادابی اشجار، لؤلؤ و مرجان اور حور وقصور ہوں گے وہاں مسرور کن پاکیزہ نغمے بھی فردوس گوش ہوں گے۔کیا بعید ہے کہ تحبرون سے مراد قرآن مجید کے صوتی جمال سے تواضع مراد ہو کہ اس دنیا میں جن خوش بخت اَرواح نے قرآن کے حسن و جمال کو اپنی غذا بنا لیا ہے وہ کسی اور نغمے کے طالب کیونکر ہوسکتے ہیں؟

تلاوت قرآن سے اہل ایمان اور اصحاب علم پر جو تاثر وارد ہوتا ہے خود قرآن مجید نے اس کا ذکر درج ذیل آیت میں کیا ہے:

﴿تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ﴾ [لزمر:۲۳]

''اس (قرآن) سے ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔پھر ان کے قلوب و اجسام اللہ کے ذکر کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔''

سورۃ بنی اسرائیل میں یوں ارشاد ہوتا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهِ إِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ يَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ سُجَّدًا ۝ وَيَقُولُونَ سُبْحَانَ رَبِّنَا إِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُولًا ۝ وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ يَبْكُونَ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا﴾ [بنی إسرائیل:۱۰۷-۱۰۹]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جن لوگوں کو اس سے قبل علم دیا گیا ہے جب یہ (قرآن) ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار پاک ہے۔بے شک ہمارے پروردگار کا وعدہ پورا ہو کر رہتا ہے اور ٹھوڑیوں کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے اور یہ (قرآن) ان کا خشوع اور بڑھا دیتا ہے۔''

آغاز اسلام ہی سے قرآن مجید کے فنی جمال اور سحر نے انسانوں کے دلوں کو مسخر کیا۔امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جب میں نے قرآن سنا تو مجھ پر رقت طاری ہوگئی، میں رونے لگ گیا اور میں نے اسلام قبول کرلیا۔''

ایک روایت میں یوں ہے کہ میں نے کہا: ''یہ کلام کس قدر اعلیٰ وارفع ہے۔''

ولید بن مغیرہ قرآن مجید کا منکر اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جانی دشمن تھا مگر اس کے باوجود وہ یہ بات کہنے پر مجبور ہوا:

''بخدا قرآن میں شیرینی پائی جاتی ہے۔یہ تر و تازہ کلام ہے۔یہ ہر چیز کو مغلوب کرلیتا ہے۔یہ سب سے ارفع واعلیٰ ہے اور کوئی چیز بھی اس سے بلند تر نہیں۔قرآن میں جادو کا اثر پایا جاتا ہے۔تم دیکھتے نہیں ہو کہ یہ ایک آدمی کو اس کے احباب واعزہ سے جدا کردیتا ہے۔'' [قرآن مجید کے فنی محاسن، ص ۵۶]

تاریخ اسلام شاہد ہے کہ مسلمانوں نے اپنے محبوب پیغمبر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم «زينوا القرآن بأصواتكم» کو حرزِ جان بنا لیا۔انہوں نے نہ صرف قرآن کو اپنی آوازوں سے مزین کیا بلکہ اپنے دلوں کو سماع قرآن کی لذتوں، چاشنیوں اور حلاوتوں کا گرویدہ بنا لیا۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ دنیوی ہی میں صحابہ نے قرآن کے صوتی آہنگ ظاہری اور باطنی حسن میں تدبر سے کام لینا شروع کردیا تھا۔وہ قرآن کے بعد ہر طرح کی غناء سے مستغنی ہوگئے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کثیر تعداد نہ صرف قرآن کے حفاظ پر مبنی تھی بلکہ بہت سے صحابہ کو خدا نے لحن داؤدی اور حسن جدت بھی عطا فرمایا تھا جسے وہ قرآن کے صوتی جمال کو فن کا درجہ دینے کے لئے استعمال میں لائے۔

ہمیں ان علماء اور قرآنیات کی ماہرین سے اتفاق ہے جن کی رائے یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن صرف نازل نہیں کیا گیا بلکہ جبریل علیہ السلام نے عملاً اس کی قراءت بھی سکھائی۔ان کی آراء کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قرآن کے نزول اور اس کی قراءت دونوں کا اہتمام فرمایا وہ اپنی اس رائے کی بنیاد قرآن مجید کی اس آیت کو قرار دیتے ہیں۔

﴿لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ. ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ﴾

''اس کو جلدی جلدی سیکھ لینے کے لئے اپنی زبان کو حرکت نہ دو، اس کو یاد کرا دینا اور پڑھوا دینا ہمارے ذمہ ہے، لہٰذا جب ہم اسے پڑھ رہے ہیں تو اس وقت تم اس کی قراءت کو غور سے سنتے رہو، پھر اس کا مطلب سمجھا دینا بھی ہمارے ذمہ ہے۔'' [القیامۃ:۱۶-۱۹]

علامہ ابن جزری رحمہ اللہ (م ۸۳۳ھ) قرآنی علوم اور فن قراءت کے معروف مؤرخ ومحقق ہیں۔قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیت سے انہوں نے استنباط فرمایا ہے کہ فن قراءت وتجوید منزل من اللہ ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن مجید کے معانی ومعارف کی تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ انہیں قرآن مجید کی قراءت کی بھی تعلیم دی تھی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت کے ساتھ چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو علم قراءت سے فیض یاب فرمایا تھا اور عام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حکم دیا تھا کہ ان سے قرآن سیکھو۔یہ چار صحابہ عبداللہ بن مسعود، سالم مولیٰ حذیفہ، معاذ ابن جبل اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قراءت سیکھی ہی نہیں بلکہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن سنایا بھی تھا۔ علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے طبقات القراء میں سات صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا ہے جو استاذ القراءت تھے، یعنی عثمان غنی، علی ابن ابی طالب، ابی بن کعب، زید بن ثابت، عبداللہ بن مسعود، ابوالدرداءاور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم۔ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تابعین رحمہم اللہ کی بڑی تعداد نے علم قراءت حاصل کیا۔

ہم دیکھتے ہیں کہ عہد تابعین میں ہی قراءت کے اندر اختصاص کا رجحان پیدا ہوگیا تھا۔ یعنی یہ وہ دور تھا کہ جب قراءت کو ایک مستقل علم یا فن کی حیثیت سے روشناس کرایا گیا۔ اس دور کے فوراً بعد ہی علماء کی ایک کثیر تعداد فن قراءت کے ائمہ رحمہم اللہ اور اَساطین کی صورت میں سامنے آئی۔ مکہ، مدینہ، بصرہ، دمشق، کوفہ و بغداد میں فن قراءت خوب پھیلا۔ اس دور کے جن ائمہ قراءت کو شہرت دوام ملی ان میں نافع بن نعیم، عبداللہ ابن کثیر، عبداللہ بن عامر، ابوعمرو بن العلاء، ابوبکر عاصم، علی بن حمزہ الکسائی رحمہم اللہ کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ قراءتِ سبعہ کے راویوں میں امام نافع رحمہ اللہ کے دو شاگردوں قالون اور ورش کی روایتوں کو زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ ابن کثیر رحمہ اللہ کی قراءت کی روایت کرنے والوں میں قنبل اور بزی زیادہ مشہور ہوئے۔ ابوعمرو بصری رحمہ اللہ کے شاگردوں میں ابوعمر اور حفص بن عمر ہیں جن کے نام سے روایت حفص آج بھی مقبول ہے۔ ان ائمہ کے بکثرت تلامذہ عالم اسلام میں پھیل گئے اور علم قراءت کو شہرت و مقبولیت کے بام عروج پر پہنچا دیا۔ فن قراءت کے بغیر اسلامی کلچر نا قابل تصور تھا۔

اسلامی دنیا کے اَساتذہ قراءت نے فن قراءت کے اصول وضوابط مقرر کئے، قراءت کی تدوین وتہذیب کی، صحیح، مشہور اور شاذ قراءت کے اُصول واَرکان مقرر کئے، بڑی محنت سے روایات قراءت کو جمع کیا اور انہیں کتابی شکل دی۔ محمد سعود عالم قاسمی کی تحقیق کے مطابق سب سے پہلے فن قراءت پر جس عالم نے کتاب لکھی وہ امام کسائی رحمہ اللہ (م۱۸۹ھ) ہیں اور ان کے بعد عبید بن قاسم بن سلام رحمہ اللہ (م۲۲۴ھ) ہیں۔ محقق ابن جزری رحمہ اللہ نے ابن سلام رحمہ اللہ کو پہلا معتبر مصنف قرار دیا ہے۔ انہوں نے اپنی معروف کتاب النشر فی القراءت العشر میں اپنے پیشروؤں کی ۵۷ کتابوں کا تعارف کرایا ہے۔ سعود عالم قاسمی نے 'فن قراءت کا ارتقاء' میں تیسری صدی ہجری سے لے کر چودھویں صدی ہجری تک فن قراءت اور علماء قراءت پر لکھی جانے والی کتابوں کی اجمالی فہرست پیش کی ہے۔ یہ 'اجمالی' فہرست بھی سینکڑوں قابل قدر کتب پر مشتمل ہے۔ درجنوں کتب کا نام 'کتاب القراءت' دیا گیا ہے۔ علم قراءت پر بیشتر کتابیں نثر میں ہیں جب کہ بعض کتابیں منظوم ہیں۔ منظوم کتابوں میں مشہور ترین 'قصیدہ شاطبیہ' ہے۔

علم قراءت کو آگے بڑھانے میں جن اَساطین نے نمایاں خدمات انجام دی ہیں، ان کی تعداد سینکڑوں میں ہے۔ ان کی خدمات کا مختصر جائزہ پیش کرنے کے لئے بھی ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔ میرے پیش نظر جو مواد اس وقت ہے، اس کی روشنی میں صرف تین شخصیات کے مختصر تعارف پر اکتفا کروں گا۔ امام ابوعمرو دانی رحمہ اللہ کو مسلم اندلس میں علم قراءت میں جو شہرت ملی، وہ کسی دوسرے کے حصے میں نہ آئی۔ 'دانیہ' اندلس کا ایک مشہور شہر علم قراءت وتجوید کا اہم مرکز تھا۔ یہ اس شہر کی نسبت سے مشہور ہوئے۔ انہوں نے فن قراءت میں بہت سی کتابیں تصنیف کیں جن میں التیسیر فی القراءت السبع اور طبقات القراء بے حد معروف ہیں، انہوں نے ۴۴۴ھ میں دانیہ میں انتقال فرمایا۔ دوسرے قصیدہ شاطبیہ کے مصنف امام شاطبی رحمہ اللہ ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شاطبہ بھی مشرقی اندلس کا ایک شہر ہے، امام صاحب کی پیدائش ۵۲۸ھ میں ہوئی۔ ۵۸۹ھ میں شاطبی رحمہ اللہ نے بیت المقدس میں سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ سے ملاقات کی تھی۔ تیسرے امام جزری رحمہ اللہ ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ علامہ شاطبی رحمہ اللہ کے بعد فن تجوید وقراءت میں جو بلند مقام آپ کو حاصل ہے وہ بلاشبہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ کے بعد اس فن پر آپ کی کوئی نظیر اب تک پیدا نہیں ہوئی۔ علامہ جزری رحمہ اللہ ۷۵۱ھ میں دمشق میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے علم تجوید وقراءت کے لئے مختلف ملکوں کا سفر کیا اور وہاں کے علمائے وقت سے بھرپور استفادہ کیا۔ آپ نے مصر، شام اور ارض روم میں قراءت کی تدریس کی۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد سینکڑوں میں ہے۔

امام جزری رحمہ اللہ کو تیمور لنگ اپنے ساتھ لے گیا۔ وہ سمرقند میں تین برس تک تدریس کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ تمام ممالک اسلامیہ میں خصوصیت کے ساتھ آپ کو فن تجوید وقراءت کا امام تسلیم کیا گیا۔ دیگر علوم حدیث وتفسیر اور فقہ وفتاویٰ کے اندر بھی آپ کو بلند مقام حاصل تھا۔ آپ نے متعدد علوم پر کتابیں تصنیف کیں۔ ان کی کتابوں کا تحقیقی مرتبہ بہت بلند ہے۔ فن قراءت پر ان کی معرکۃ الاراء کتابوں میں 'النشر فی القراءات العشر' اور 'المقدمۃ الجزریۃ' کے پایہ کی کتب آج تک نہیں لکھی گئیں۔ اس مضمون کا مرکزی خیال اجازت نہیں دیتا کہ فن قراءت کے ارتقاء اور مجودین واساتذہ قراءت کی خدمات پر مزید کچھ لکھا جائے۔

قارئین کرام! مجھے اس مضمون کے مرکزی خیال یعنی 'قرآن کا صوتی جمال اور اسلامی کلچر' کے متعلق رجوع کی اجازت دیجئے۔ راقم الحروف کا خیال ہے کہ اس اہم موضوع پر بوجوہ اب تک توجہ نہیں دی گئی۔ قرآن مجید کی تلاوت کو سیکولر اور مذہبی طبقات دونوں ایک مذہبی فریضہ کی ادائیگی اور ثواب کے حصول کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اس کے برعکس گانا اور سیکولر موسیقی کی دیگر صورتوں کو کلچرل سرگرمی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ شاید قوالی کو ثقافتی اور شاید مذہبی عمل تصور کیا جاتا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پاکستان جیسے ملک میں جس کی نظریاتی اساس ہی اسلام ہے، اس طرح کے تصورات کو قبول کیا جاسکتا ہے؟ اگر خالصتاً اُصولی بحث کا معاملہ ہو تو سرے سے یہ بات قابل بحث ہی نہیں ہونی چاہئے، مگر ہمارے معاشرے پر لادینی مغرب کے تصور ثقافت کے اثرات اس قدر گہرے ہیں کہ ہم اس سے باہر نکلنے کو دشوار سمجھتے ہیں۔

ڈاکٹر اجمل جالبی، سابق وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی پاکستان کے اہل دانش میں شمار ہوتے ہیں۔ ادب وثقافت کے موضوعات پر ان کی متعدد تصانیف ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب 'پاکستانی کلچر' میں ایک نہایت دانش مندانہ بات کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''مذہب، کلچر کی سطح پر آئے بغیر ایک علم کتابی ہے، فلسفۂ اخلاق کا آدرش ہے اور بس۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ زندگی میں عملاً برتنے کے بغیر مذہب کے آدرشی نظام کی آدرشی شکل باقی رہی ہو۔ زندگی سے پورا رشتہ ناطہ قائم رکھنے کے لئے مذہب کی یہی تہذیبی شکل اصل وحقیقی شکل ہے۔'' [ص ۱۳۴]

یورپ میں چرچ اور ریاست کی طویل کشمکش سے پہلے پوری انسانی تاریخ مذہب اور کلچر کے درمیان تفریق کا وجود نہیں ملتا۔ قدیم زمانے میں افراد کے باہمی تعلق کا معاملہ ہو یا ریاست اور شہریوں کے درمیان تعلق کی بات ہو، ان کے رہن سہن اور معاشرت کی کوئی شکل یا اخلاقیات کے دائرے، سب اُمور مذہب کی میزان پر تولے جاتے تھے۔ بادشاہ یا عوام کے وہ اعمال جس کی مذہب کی طرف سے اجازت نہ تھی، ہمیشہ گناہ تصور کئے جاتے تھے۔ مغربی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

معاشرے کی اہم سرگرمیاں جنہیں آج ثقافت کا نام دیا جاتا ہے، روم و یونان کی تہذیبوں میں انہیں مذہبی سرگرمیاں شمار کیا جاتا تھا۔ مثلاً رقص، موسیقی، شاعری، تھیٹر وغیرہ۔ ہندو معاشرے میں آج بھی یہ سرگرمیاں ہندوؤں کے مذہبی اعمال کا درجہ رکھتی ہیں۔ اصل کشمکش ان معاشروں میں پیدا کی گئی ہے جہاں الہامی مذاہب نے تاریخی کردار ادا کیا ہے۔ ہماری مراد یہودیت، عیسائیت اور اسلام سے ہے۔

یورپ میں نشاۃ ثانیہ کی تحریک درحقیقت ان علوم و فنون اور تہذیبی اقدار کے احیاء کی تحریک تھی جن کی جڑیں روم و یونان کی تہذیبوں میں تھیں جنھیں مسیحی چرچ کافرانہ تہذیبوں کا نام دیتا آیا تھا۔ یورپ میں بظاہر تصادم چرچ اور ریاست میں تھا، لیکن گہرائی میں جا کر دیکھا جائے تو یہ جنگ 'وحی اور عقل' یا مذہب اور لادینیت کے درمیان تھی۔ یہ درحقیقت اقتدار کو مذہبی قانون کے اثرات سے نکال کر عقلی قانون کے تابع کرنے کی لڑائی تھی۔ رفتہ رفتہ عیسائیت کو ایوان اقتدار سے بے دخل کر کے چرچ کی دیواروں تک محدود کر دیا گیا اور مذہب ہر شخص کا ذاتی معاملہ ٹھہرا۔ ریاست ہر طرح کا سیکولر قانون بنانے میں آزاد ہوگئی۔ ہمارے ہاں کا لادین اور مذہب بیزار طبقہ واضح طور اسلام کے مقابلے میں آنے کی جرأت تو نہیں کرتا، مگر اس نے حکمت عملی اور ہتھیار کے طور پر 'کلچر' کو آگے کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر وہ سرگرمی جس کی اسلام اجازت نہیں دیتا، اُسے ثقافتی سرگرمی کا تقدس عطا کر کے جائز قرار دے دیا جاتا ہے۔

دورِ حاضر میں موسیقی کو کسی بھی قوم کے کلچر کا مرغوب ترین عنصر گردانا جاتا ہے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے برقیاتی ذرائع ابلاغ میں موسیقی اور رقص و سرود کو جو اہمیت دی جاتی ہے، اس سے ہر شخص واقف ہے۔ موسیقی کو مسلمانوں کے لیے 'روح کی غذا' بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ ہمارے مسلمان راگ پسندوں کی اس شیطانی فکر کو بالعموم قبول کر لیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مروجہ موسیقی 'روح کی غذا نہیں' یہ نفس کی غذا ہے۔ قرآن مجید کے تخلیق ارواح کے تصور کے مطابق جب عالم عدم میں اَرواح تخلیق کی گئیں تو خالق کائنات نے سوال کیا: ﴿أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ﴾ یعنی کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ ارواح نے جواب دیا: ﴿قَالُوا بَلَىٰ﴾ کہا، 'ہاں، ضرور'۔

سیکولر موسیقی روحانی پاکیزگی کو سفلی جذبات سے مملو کر کے روح کو اپنے رب سے دور کرتی ہے۔ لہٰذا یہ ایک مسلمان کے لیے روح کی غذا نہیں ہوسکتی۔ پاکستان میں ریڈیو، ٹیلی وژن اور دیگر ذرائع ابلاغ جو موسیقی پیش کر رہے ہیں، اس کا سرچشمہ ہندو کلچر اور یونانی تہذیب ہیں۔ "ألست بربکم" اور "قالوا بلیٰ" کے ترانوں کی ابدی نغمگی سے سرشار روحوں کے لیے سیکولر موسیقی روح کی غذا نہیں بلکہ روح کے لیے فساد اور تخریب کا باعث بنتی ہے۔

شیریں آواز بلاشبہ خدا کی نعمت ہے۔ کسی بلند و بالا پہاڑ سے اترتی آبشار کا مسرور کن نغمہ ہو یا کسی گلے سے بلند ہونے والی شیریں اور مترنم آواز، یہ کانوں کی راہ سے گذر کر دل میں جب اترتی ہے تو انبساط اور نشاط کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ یہ انسانی فطرت کا ایک داعیہ ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ہم سیکولر موسیقی سے کانوں کو محفوظ رکھنے کی بات کرتے ہیں تو ہمارے پیش نظر کوئی اس کا متبادل بھی ہے جسے تجویز کیا جاسکے۔ بلاتامل کہا جاسکتا ہے کہ اس کا بہترین متبادل قرآن پاک کا 'صوتی جمال' ہے۔

دہلی کے ایک معروف سکالر اور قرآنیات کے ماہر مولانا فاروق احمد خان اپنے مضمون 'قرآن کا صوتی اعجاز' میں بے حد خوبصورت الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

''قرآن ایک عظیم کلام ہے اسکے اعجاز وحکمت کا احاطہ ممکن نہیں ہے۔ مختلف اوصاف اور خوبیوں کے علاوہ قرآن کا ایک خاص وصف یہ ہے کہ اسمیں ایک عجیب قسم کا صوتی حسن و جمال اور آہنگ پایا جاتا ہے۔ یہ حسن و جمال قرآن کا اپنا اعجاز ہے۔ قرآن کا ایک ایک لفظ دلکش ہے۔ اسکی ہر ایک آیت سے ایک نغمہ پھوٹتا نظر آتا ہے جس سے ہمارے احساسات و جذبات ہی مترنم نہیں ہوتے بلکہ اسکے سبب کائنات کی پوری فضا ترنم سے بھری ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ قرآن اوزان و قوافی اور شاعری کی عام قیود سے آزاد اور ہر طرح کے تصنع وتکلف سے پاک ہے۔ اس کے باوجود اسکی ہر آیت میں کچھ ایسا داخلی ترنم پایا جاتا ہے جس کے مقابلے میں سارے ہی ارضی نغمات پھیکے اور بے کیف معلوم ہوتے ہیں۔''

قرآن مجید کے صوتی جمال سے مسحور مسلمان تو کروڑوں میں ہوں گے، مگر بعض غیر مسلم مستشرقین اور دانشوروں نے بھی بے حد کھلے دل سے اس کے جمال کی تعریف کی ہے۔ اے۔ جے آربری (A.J.Arberry) غالباً بیسویں صدی کے سب سے بڑے مستشرق ہیں۔ انہوں نے قرآن مجید پر بہت وقیع کام کیا ہے۔ وہ اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

''میں جب بھی قرآن کی قراءت سنتا ہوں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا نغمہ سن رہا ہوں۔ اس شیریں نغمہ کی تہہ میں مسلسل ایک دھن سنائی دیتی ہے، جو میرے دل کی دھڑکن کی طرح ہوتی ہے۔''

ایک ہندو مصنف شیو کے کمار نے اپنے ایک مقالے میں کھلے دل سے قرآن کی موسیقیت اور نغمگی کا اعتراف کیا ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ رحمہ اللہ عالم اسلام کے عظیم محقق تھے، طویل عرصہ فرانس میں رہے، حال ہی میں ان کا انتقال ہوا ہے۔ وہ اپنے ایک مقالے میں لکھتے ہیں:

''قرآن نثر میں ہے لیکن دلکشی اس میں شعر کی ہے۔ اس کی عبارت میں کہیں ایک حرف کی بھی کمی یا بیشی ہو جائے تو اس کی روانی میں اس طرح کا نقص پیدا ہو جائے گا جیسے کسی مصرعہ میں سکتہ پڑ جاتا ہے۔'' [قرآن کریم کا صوتی اعجاز]

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا﴾ [الاسراء:٣٦]

یعنی ''کان، آنکھ، دل، ہر ایک سے متعلق باز پرس ہوگی۔''

اس آیتِ مبارکہ میں کانوں سے سنی جانے والی ہر بات کی جواب دہی اور احتساب کا تصور ایک مسلمان کا سکون برباد کرنے کے لیے کافی ہے۔

رقص و نغمہ، غنا و موسیقی، گانا بجانا اور آلاتِ موسیقی کی حرمت کے بارے میں رسول کریم ﷺ کے ارشادات کو جاننے کے بعد ایک مومن کے لیے ممکن نہیں ہوتا کہ وہ ٹی وی پر یا کسی محفل موسیقی میں کوئی گانا سنے اور فسق و معصیت کے احساس کے زیر بار نہ ہو۔ آج کل بسوں میں موسیقی چلانے کا رواج عام ہے، اہل ایمان ایسے اسفار میں شدید ذہنی کرب اور روحانی تکلیف میں مبتلا رہتے ہیں۔ تلاوت قرآن اور اس کے صوتی جمال کے احساس کو اگر معاشرے میں عام کر دیا جائے تو سیکولر موسیقی کی قباحتوں سے بچتے ہوئے ذوق سلیم کی تسکین کا سامان کیا جاسکتا ہے۔

ہمارے ہاں حالیہ برسوں میں ایک اور بیہودگی فتنہ کی صورت اختیار کرتی جارہی ہے۔ ہمارے سیکولر دانشور اور اہل قلم اخبارات اور ٹیلی ویژن پر مغنی اور مغنیات کے متعلق بے حد مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہیں جس سے معاشرے میں گانے والوں اور کنجر کلچر کے خلاف نفرت کے جذبات کم ہو رہے ہیں۔

قلمی اوباشی میں شہرت رکھنے والے افسانہ نویس منٹو نے اپنے خاکے 'نور جہاں، سرور جہاں' میں ان الفاظ میں نور جہاں کو 'خراجِ تحسین' بخشا:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''نہیں۔تم کچھ نہیں جانتے منٹو! یہ نور ہے ،نور جہاں ہے، سرور جہاں ہے، خدا کی قسم ایسی آواز پائی ہے کہ بہشت میں خوش الحان حور سنے تو اسے سیندور کھلانے کے لیے زمین پر اتر آئے۔''

ایک اور فیچر نگار نور جہاں کی موت پر اپنے جذبات کا اظہار یوں کرتا ہے:

''اللہ رکھی سے نور جہاں بن کر دنیا بھر میں روشنی پھیلانے والے نور جہاں جیسے انسان دنیا میں صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔اب اس دنیا کو صدیوں تک کسی اور نور جہاں کا انتظار کرنا ہوگا۔'' [روزنامہ جنگ]

ایک لہو ولعب، فسق و فجور، گانے بجانے اور جنسی آوارگی کا شکار عورت کو 'نور' صرف وہی ادیب لکھ سکتے ہیں جن کے قلوب الحاد و زندیقیت کی تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ یہ وہ بدبخت طائفہ ادباء ہے جس کو قرآن کا نور تو کبھی نظر نہیں آیا، البتہ غناء اور موسیقی کے فتور کو ہی 'نور' سمجھنے کی غلط فہمی میں مبتلا ہے۔

اللہ کی کتاب قرآن مجید کے صوتی حسن و جمال کا موازنہ سیکولر موسیقی سے کرنا ہمارے نزدیک ناپسندیدہ امر ہے۔ مگر یہاں موضوع کی مناسبت سے فن قراءت اور فن موسیقی کا تقابلی جائزہ لیتے ہوئے راقم اپنے مضمون 'نور جہاں، فتور جہاں' کے اس حصے کو یہاں پر نقل کرنا فائدے سے خالی نہیں سمجھتا۔

سعادت حسن منٹو 'نور جہاں' کے فن کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''مجھے اس کی شکل وصورت میں ایسی کوئی خاص چیز نظر نہیں آئی۔ایک فقط اس کی آواز، مرکیاں اتنی واضح، کھرج اتنا ہموار، پنچم اتنا نوکیلا۔ میں نے سوچا یہ لڑکی چاہے تو گھنٹوں ایک سُر پر کھڑی رہ سکتی ہے، اسی طرح جس طرح بازی گر تنے ہوئے رسے پر بغیر کسی لغزش کے کھڑے رہتے ہیں۔''

یہ غالباً خوبصورت ترین جملے ہیں جو اُردو زبان میں لکھنے والے کسی ادیب نے کسی بھی مغنیہ کی تعریف میں ادا کئے ہیں۔ مگر اے کاش فلمی اسٹوڈیو میں عمر گنوا دینے والا جمال پرست، فحش نگار منٹو اگر کم سن قاری جواد فروغی کو کبھی سن لیتا تو اُسے قلم پھینکنا پڑتا، کیونکہ اس کے خداداد صوتی جمال کو لفظوں کے پیکر عطا کرنا ممکن نہیں ہے۔

''یہ جواد فروغی کون ہے؟ جواد سرزمین ایران میں جنم لینے والا وہ نوجوان تھا جس نے بارہ سال کی عمر میں قرآن مجید کی قراءت کے ذریعے کروڑوں سننے والوں کو تڑپا کر رکھ دیا۔ وہ جب اپنے مکان کی چھت پر چڑھ کر تلاوت قرآن پاک کرتا تو اس کے گھر کے سامنے سننے والوں کے رش کی وجہ سے ٹریفک جام ہوجاتی۔ وہ جب ایک لمبے سانس میں بے حد وجدانی آواز میں کئی آیات کی تلاوت کرنے کے بعد وقفہ کرتا تو سننے والے اپنے آپ میں نہ رہتے اور کافی دیر تک فضا ''واہ واہ، سبحان اللہ'' کے وجدانی نعروں سے گونجتی رہتی۔قلبی قساوت کے شکار سامعین کی آنکھیں بھی فورِ جذبات سے چھم چھم ہوجاتیں۔ ایسے سریلے لحن، ملکوتی گونج سن کر گمان ہوتا کہ اس نوجوان کے گلے میں نور برس رہا ہے۔قرآن مجید ایک نور ہے جواد فروغی کی سحر انگیز آواز میں اس کی قراءت 'نور علی نور' محسوس ہوتی تھی۔'' [محدث: جنوری ۲۰۰۱ء]

عالم اسلام میں اس وقت سعودی عرب، ایران اور مصر میں فن قراءت یعنی قرآن مجید کے صوتی جمال کے فروغ کو سرکاری سرپرستی حاصل ہے۔سعودی عرب میں فن قراءت پر پی ایچ ڈی کرنے والے افراد سینکڑوں مل جائیں گے۔ قاری ایوب، قاری سعود الشریم، قاری عبدالرحمٰن السدیس حفظہ اللہ کی آواز میں پورے قرآن مجید کی تلاوت کا سیٹ مل جاتا ہے۔ وہاں قراء حضرات اعلیٰ مناصب پر فائز ہیں، بعض کا مرتبہ وزراء کے برابر ہے۔ آج سے دو برس قبل قاری عبدالرحمٰن السدیس حفظہ اللہ حکومت پاکستان کی خصوصی دعوت پر پاکستان تشریف لائے تو انہیں ریاست کے سربراہ کا پروٹوکول دیا گیا۔ حافظ عبدالرحمٰن مدنی حفظہ اللہ کے توسط سے راقم الحروف بھی اسٹیٹ گیسٹ ہاؤس میں ان کی ملاقات سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مشرف یاب ہوا۔ مصر کی حکومت اگرچہ سیکولر ہے، لیکن وہاں قراءت وتلاوت کو کلچر کے بلند ترین مقام پر رکھا جاتا ہے۔ قاری عبدالباسط مصری رحمہ اللہ شہرہ آفاق قاری ہیں۔ اس طرح مصر کے قاری صدیق المنشاوی اور قاری عنتر سعید رحمہما اللہ نے فن قراءت میں قابل رشک مقام حاصل کیا۔

گذشتہ چند برسوں میں ایرانی حکومت نے فن قراءت کو فروغ دینے میں بہت دلچسپی لی ہے۔ ان کی سرکاری تقریبات میں قرآن مجید کی قراءت خصوصیت سے کی جاتی ہے۔ قرآن مجید کی محافل میں روحانی پیشوا آیت اللہ خامنہ ای، صدر احمدی نژاد اور دیگر رؤسائے حکومت بنفس نفیس شریک ہوتے ہیں۔ ایران غالباً واحد ملک ہے جس کے قراء سرکاری خرچ پر ہر سال ماہ رمضان میں مختلف مسلمان ملکوں کا دورہ کرتے ہیں۔ گذشتہ برسوں میں یہ وفد پاکستان کا تواتر سے دورہ کرتا رہا ہے۔ ۶/اکتوبر ۲۰۰۷ء بمطابق ۲۴ رمضان المبارک کو راقم الحروف نے 'شب نورِ قرآن' کا اہتمام کیا تھا۔ جس میں قاری احمد میاں تھانوی حفظہ اللہ صاحب کے علاوہ لاہور کے معروف قراء بھی شریک ہوئے، اس تقریب میں خانۂ فرہنگ ایران کے تعاون سے ایرانی قراء کو بھی دعوت دی گئی تھی۔

افسوس کہ اسلام کے نام پر قائم ہونے والی ریاست اسلامی جمہوریہ پاکستان میں قرآن مجید کے صوتی جمال اور فن قراءت کے فروغ و اشاعت کے لیے کوئی قابل ذکر سرگرمی نظر نہیں آتی۔ عوام کے فنڈ سے قائم ہونے والی آرٹس کونسلوں میں موسیقی کی فحش اور بے ہودہ تقاریب تو منعقد کرائی جاتی ہیں، مگر اس کے دین بیزار منتظم اسلامی کلچر کی اہم ترین مظہر 'فن قراءت' کو آگے بڑھانے میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتے۔ حکومتی سرپرستی کے اس فقدان کی وجہ سے عوام قرآن مجید کے صوتی جمال سے کماحقہ محظوظ نہیں ہو پاتے۔

مذہب اور ثقافت کے درمیان باہمی رشتے پر یہاں تفصیلی ذکر کی گنجائش نہیں ہے، لیکن پھر بھی میں سمجھتا ہوں کہ اس مضمون کا خاتمہ اس اہم فکری تصور پر کیا جائے۔

ہمارے خیال میں کلچر معاشرے کے مجموعی طرزِ عمل کا نام بھی ہے اور اس مجموعی طرزِ عمل کی تشکیل میں مرکزی کردار اس کے داخلی عناصر یعنی عقائد، فکری اَساس اور مذہبی سوچ ادا کرتے ہیں، خارجی عناصر کی شکل وصورت بنانے میں بھی باطنی عناصر کا کردار اہم ہے۔

دین ایک برتر تصور ہے جو ثقافت کی حدود اور اس کے دائروں کا تعین کرتا ہے۔ اس اعتبار سے مذہب کا منصب ثقافت گری بھی ہے۔ اسلام محض ثقافت نہیں بلکہ 'دینی ثقافت' کا تصور پیش کرتا ہے جو دین و دنیا کے تمام امور کا احاطہ کرتی ہے۔ مذہب کو ثقافت کے مقابلے میں برتر مقام دینے کی بنیادی وجہ اس کا احکام الٰہی پر مبنی ہونا ہے۔

اسلام چونکہ اَبدی دین ہے، اس میں آنے والے انسانوں کے لیے بھی ضابطۂ حیات موجود ہے۔ اس لیے اسلام نے اپنا الگ ثقافتی نصب العین بھی پیش کیا۔ آفاقی دین کی حیثیت سے اسلام نے تمام دنیا کے انسانوں کے لیے نظام معاشرت وثقافت تجویز فرمایا۔

اگر ہم اسلام کو انسانی زندگی کے لیے مکمل نظام حیات سمجھتے ہیں، اگر ہم اسلام کو ثقافت کے باطنی و خارجی عناصر کا محوری نکتہ سمجھتے ہیں تو اس کا منطقی نتیجہ اس کے علاوہ کوئی اور نہیں ہونا چاہئے کہ ہم اپنے کلچر کے تمام مظاہر کو اسلامی اقدار کے مطابق ڈھالیں۔ ہمارے ایمان کا تقاضا ہے کہ ہم اپنی قومی زندگی میں اسلام اور کلچر کے درمیان جہاں کہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اختلاف یا تصادم دیکھیں، وہاں اسلام کو محکم اور فیصلہ کن قوت تسلیم کریں۔ اگر ہمارا یہی رویہ بن جائے تو تب ہماری قومی ثقافت صحیح معنوں میں اسلامی ثقافت کی صورت میں تشکیل پذیر ہوگی۔ وما علینا إلا البلاغ

نوٹ: یہ مضمون راقم نے ماہنامہ 'رُشد' کی 'سبعہ احرف' کے متعلق خصوصی اشاعت کے لیے تحریر کیا ہے۔ گذشتہ ایک سال سے تصنیف و تالیف کا کام تقریباً چھوڑ رکھا تھا۔ پیشہ وارانہ مصروفیات، جسمانی اضمحلال اور عدم حضوری کی وجہ سے ذہنی یکسوئی میسر نہیں تھی۔ اسی لیے جب حافظ حمزہ مدنی (جو چند روز پہلے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کر چکے ہیں) مدیر 'رُشد' نے اس خصوصی اشاعت کے لیے حصہ ڈالنے کے لیے کہا تو میں نے معذرت کر لی۔ 'سبعہ احرف' کے متعلق مجھے علمی تحقیق کا موقع کم ہی ملا ہے۔ ان کا اصرار جاری رہا۔ ان کا خیال تھا کہ 'رُشد' کی خصوصی اشاعت کے حصہ دوم کا اداریہ راقم ہی تحریر کرے۔ حافظ حمزہ مدنی کا پُرخلوص اصرار ایسا نہ تھا کہ کاملاً انکار کر دیا جاتا۔ اس موضوع پر نئے سرے سے مواد دیکھنا شروع کیا۔ اس ضمن میں ڈاکٹر حمزہ مدنی نے ماہنامہ 'الاشرف' کراچی کی تجوید و قراءت پر خصوصی شمارہ اور مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی جمال القرآن اور سید قطب رحمہ اللہ کی 'قرآن مجید کے فنی محاسن' بھجوائی، میں اس سلسلے میں ان کے تعاون کا شکر گزار ہوں۔ [محمد عطاء اللہ صدیقی]

حوالہ جات

نوٹ: مذکورہ بالا مضمون کی تحریر کے دوران حسب ذیل کتب پیش نظر رہیں۔

① اسلام اور موسیقی۔ از مولانا محمد جعفر شاہ پھلواری، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور
② اسلام اور موسیقی از مفتی محمد شفیع، ادارہ دارالاسلامیات، لاہور
③ اسلام اور قوالی از مفتی حفیظ الرحمٰن، المکتبۃ العلمیہ ضلع مانسہرہ، صوبہ سرحد (پاکستان)
④ قرآن مجید کے فنی محاسن از سید قطب شہید، ترجمہ از غلام احمد حریری، فیصل اسلامک ریسرچ سنٹر، فیصل آباد
⑤ جمال القرآن از حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، ادارہ کتب طاہریہ، ملتان
⑥ الفوز الکبیر از شاہ ولی اللہ دہلوی، ترجمہ پروفیسر محمد رفیق چوہدری۔
⑦ بسنت، اسلامی ثقافت اور پاکستان از محمد عطاء اللہ صدیقی، مجلس تحقیق اسلامی، لاہور
⑧ جریدہ 'الاشراف' کراچی، خصوصی اشاعت، فروری تا جولائی ۲۰۰۰ء

بالخصوص درج ذیل مضامین:

1. فن قراءت کا ارتقاء از محمد سعود عالم قاسمی
2. قرآن کریم کا صوتی اعجاز از مولانا محمد فاروق خان
3. امام دانی اور علم قراءت از ڈاکٹر عبد العلیم
4. امام شاطبی اور علم قراءات از مولانا اسد اللہ
5. امام جزری اور علم قراءت از مولانا محمد ارشد
6. علم تجوید، ایک تعارف از ڈاکٹر محمود غازی
7. جدید صوتیات اور علم تجوید از ڈاکٹر خلیل احمد
8. ہندوستان میں علم قراءت از مولانا ثناء الہدیٰ قاسمی
9. قرآن کے سات حروف از مولانا محمد تقی عثمانی
10. نور جہاں، فتور جہاں از محمد عطاء اللہ صدیقی (راقم مضمون) شائع شدہ 'محدث' جنوری ۲۰۰۱ء
11. 'پاکستانی کلچر' از ڈاکٹر جمیل احمد جالبی، سابق وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ